سوال

(418) حاجی سے ملتے وقت کیا کہنا چاہیے؟

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

مشکوٰۃ شریف جلد اول ص ۲۲۳ میں ایک حدیث ہے :

«عَنِ ابنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللہِ ﷺ اِذَا لَقِيتَ الحَاجَّ فَسَلِّمْ عَلَيهِ وَصَافِحهُ وَمُرهُ اَن يَستَغفِرَ لَکَ قَبلَ اَن يَدخُلَ بَيتَهُ فَاِنَّهُ مَغفُورٌ لَهُ رواہ احمد»

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تو حاجی کو ملے تو اس کو سلام کہہ اور اس سے مصافحہ کر اور اس کو کہہ کہ وہ تیرے لیے استغفار کرے اپنے گھر میں داخل ہونے سے پہلے کیونکہ اس کی بخشش ہو چکی ہے'' یہ حدیث مسند امام احمد میں جلد دوم ص ۶۹ میں موجود ہے۔ اس سلسلے میں آپ جناب اور حضرت الحافظ عبدالسلام صاحب دونوں سے گزارش ہے کہ

(1) سند کے لحاظ سے اس کی کیا اتھارٹی ہے؟ (2) عام فہم ترجمہ کے مطابق اس کا مفہوم کیا ہے؟

جو میرے ذہن میں اشکال ہے اس کی وضاحت کرتا ہوں تاکہ آپ کو میرا مقصد سمجھ آ جائے۔ یہاں گھر میں داخل ہونے کی شرط لگائی گئی ہے یہ تو سمجھ میں بات آتی ہے کہ گھر میں داخل ہونے تک وہ مسافر تھا گھر پہنچ گیا سفر ختم ہوا لیکن مغفورلہ کا رتبہ اس کے ساتھ جب تک وہ کوئی گناہ نہیں کرتا قائم رہے گا یا گھر میں داخل ہوتے ہی وہ فضیلت بھی ختم ہو جائے گی؟ گھر میں داخل ہونا کوئی گناہ کا کام تو نہیں ہے۔ امید ہے آپ مختصر مگر جامع تشریح فرما کر عنداللہ اجر حاصل کریں گے؟

نوٹ : اگر ممکن ہو سکے تو حافظ ذہبی رحمہ اللہ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے اقوال کی روشنی میں حدیث کی سند کی تحلیل فرمانا۔

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

(1) جس حدیث کے متعلق آپ نے دریافت فرمایا اس کی بابت محدث وقت فقیہ دوراں عالم ربانی شیخ البانی حفظہ اللہ تعالیٰ مشکوٰۃ کی تعلیق میں لکھتے ہیں : ''واسنادہ ضعیف'' (ص ۷۷۸) شارح مشکوٰۃ صاحب مرعاۃ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

''(رواہ أحمد) (ج ۲ : ص ۱۲۸، ۶۹) بسند ضعیف ورمز السیوطی فی الجامع الصغیر لحسنہ ، ولیس کما قال ففی سندہ محمد بن عبدالرحمن ابن البیلمانی وہو ضعیف وقد اتہمہ ابن عدی وابن حبان وممن جزم بضعفہ الحافظ الہیثمی حیث قال (ج ۳ : ۱۶) بعد ذکرہ : رواہ أحمد وفیہ محمد بن البیلمانی وہو ضعیف ۔ (ج ۶ ص ۳۱۰)''

(2) جب یہ روایت پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی جیسا کہ تفصیل کر دی گئی ہے تو اسکے ترجمہ، مفہوم اور مطلب پر بحث کا کوئی فائدہ نہیں تاہم اتنی بات ذہن میں رکھیں کہ «قَبْلَ اَنْ یَدْخَلَ بَیْتَہ» «مُرْہُ اَنْ یَسْتَغْفِرَ لَکَ» کی ظرف ہے «فَاِنَّہ مَغْفُوْرٌ لَّہ» کی ظرف نہیں اس حدیث سے تو بوجہ ضعف کوئی مسئلہ ثابت نہیں ہوتا البتہ صحیح احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حج مبرور سے سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں چنانچہ بخاری و مسلم کی مرفوع حدیث ہے :

«مَنْ حَجَّ لِلّٰہِ فَلَمْ یَرْفُثْ وَلَمْ یَفْسُقْ رَجَعَ کَیَوْمَ وَلَدَتْہُ اُمُّہُ» (بخاری کتاب الحج باب فضل الحج المرور)

''جس نے اللہ کی خوشنودی کے لیے حج کیا اور جماع اور نافرمانی خدا کی نہیں کی وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو کر لوٹتا ہے جس طرح اس کی ماں نے اس کو جنا تھا''

(3) صحیح بخاری اور دیگر کتب حدیث میں حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے متعلق ذکر ہے کہ انہوں نے اہل مکہ کو ایک مکتوب لکھا جس میں وہ ان کو ایک خاص مقصد و غرض کے تحت رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کے ان پر حملہ کرنے کے منصوبے سے آگاہ کرنا چاہتے تھے قصہ مختصر ان کا یہ مکتوب پکڑا گیا انہیں بلایا گیا جناب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ غیظ و غضب میں آگئے رسول اللہ ﷺ نے انہیں سمجھایا یہ حاطب رضی اللہ عنہ غزوئہ بدر میں شریک و حاضر تھے اور بدریوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا : «اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ قَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ» (بخاری-کتاب التفسیر-سورۃ الممتحنۃ) دیکھئے حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کی یہ لغزش بعد کی ہے مگر اس کی مغفرت و معافی کا اعلان پہلے ہو چکا ہے اس لیے کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ ﷺ میں کسی کے متعلق مغفرت و معافی کا اعلان آ جائے تو اس سے سابقہ ولاحقہ گناہوں کی مغفرت و معافی ہی مراد ہوتی ہے الا یہ کہ کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ ﷺ میں کہیں اس کی تقیید و توقیت وارد ہو جائے جیسا کہ حج میں گزرا ہے پھر روزہ وقیام رمضان میں اور دیگر کئی ایک اعمال صالحہ میں وارد ہوا ہے «غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ» (متفق علیہ)

ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

احکام و مسائل

حج و عمرہ کے مسائل ج1ص297

محدث فتویٰ